فن اسماء الرجال
ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ
حدیث پرکھنے کے اصول
سلسلۂ اسناد
اسنادِ عالی
فن جرح وتعدیل
وضعِ حدیث
رواۃ
ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور جو کچھ کہ دے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

فنِّ اسماء الرِّجال

ائمہ حدیث کا عظیم الشّان کارنامہ

(یعنی)

تاریخِ رجال حدیث کی تدوین و تحقیق، کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا طریقہ، اہم و مشہور کتبِ رجال پر تبصرہ و تعارف

مؤلفہ

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری

پروفیسر حدیث جامعۃ الامارات (العین)

بانی و سرپرست

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور، اعظم گڈھ، یوپی

نام کتاب — فن اسماء الرجال، ائمۂ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ

مؤلف — ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

کتابت و ڈیزائن — نورالہدیٰ مظاہری اکبرپوری

باہتمام — حبیب الرحمٰن قاسمی استاذ جامعہ ہٰذا

سن طباعت بار دوم — ۳۰۰۰

تعداد — تین ہزار

ناشر — شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ

قیمت — پچاس روپے ۵۰

بلال آرٹ پریس (اردو) پرنٹرز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲

ملنے کے پتے

1. جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندرپور، اعظم گڑھ، یوپی پن ۲۷۶۳۰۲
2. مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
3. صدیقی کتاب گھر نزد چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند
4. کتب خانہ عزیزیہ و بازار جامع مسجد دہلی

رقابت کے سبب جرح کی ہے ، اور بعض ادنیٰ درجہ کے راوی نے اپنے سے اعلیٰ اور افضل اور کامل الضبط ثقہ راوی پر جرح کردی ہے ، حافظ صاحب فرماتے ہیں فکل ھذا لا یعتبر ، ایسی تمام جرحیں غیر معتبر ہیں[1] ، مشہور مقولہ ہے "المعاصرۃ سبب المنافرۃ" اس لیے جب ایک معاصر عالم دوسرے پر نقد کر رہا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ جرح معاصرانہ رقابت کے سبب تو نہیں ہو رہی ہے ، کیونکہ بشری تقاضے سے کبھی اس طرح کی رقابت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی یہ رقابت باہمی رنجش و عداوت تک پہنچ جاتی ہے ۔

حافظ شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں کہ رنجش و خفگی کی بنا پر جرح کا مرض عام طور پر دو معاصر عالموں کے درمیان زیادہ ہوتا ہے ، بالخصوص متاخرین علماء میں اکثر مراتب میں تنافس اس کا سبب ہے ، اسی لیے حافظ ابن البر مالکی نے جامع بیان العلم میں ایک مستقل باب قائم کر کے معاصرین کی آپس کی تنقیدوں کو جمع کر دیا ہے ------ دو معاصرین کے آپس کی جرح قابل قبول نہ ہوگی ، جب تک کہ جرح پر واضح دلیل نہ قائم ہو ، اور اگر ان دونوں کے درمیان عداوت ثابت ہو جائے تو وہ جرح بدرجۂ اولیٰ قابلِ رد ہوگی[2]

تنبیہ ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل کی کتابوں میں عام طور پر جرح کا سبب نہیں بیان کیا گیا ہے ، بلکہ اکثر ان مصنفین نے فلانٌ ضعیفٌ فلانٌ لَیْسَ بِشَیْئٍ ، وَھٰذا حدِیثٌ ضَعِیفٌ پر اکتفا کیا ہے ، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے راوی کا مشکوک ہونا معلوم ہو گیا ، اس لئے اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا ، غور و فکر اور تحقیق کے بعد اگر شبہ کا ازالہ ہو جائے تو اس راوی کی روایت قبول کرلی جائے گی ، صحیحین کے بہت سے رُواۃ کے بارے میں ایسا ہی ہوا ہے[3]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص۴۳۶ .... [2] فتح المغیث ص۴۱۶ [3] تدریب ص۲۰۲

جرح مبہم تعدیل پر مقدم ہے

اگر جرح مبہم ہے، اس کے اسباب بیان نہیں کئے گئے ہیں، تحقیق و جستجو کے بعد بھی کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی، جس سے راوی کی عدالت ساقط ہو جائے تو ایسی صورت میں جن ائمہ نے اس راوی کی عدالت کو بیان کیا ہے، ان کے بیان کو ترجیح دی جائے گی۔ مولانا عبد الحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں "جرح غیر مفسر تعدیل پر مقدم نہیں بلکہ غیر مفسر جرحوں پر خود تعدیل مقدم ہے"[1]

جن ائمہ کی امامت کو اُمت نے تسلیم کر لیا ہے ان پر کسی کی جرح معتبر نہیں

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ ہر جگہ نہیں استعمال نہیں کیا جائے گا، بلکہ جس راوی کی عدالت و ثقاہت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں مدح و توثیق کرنے والوں کی کثرت ہو، اس کے ناقدین قلیل ہوں اور کوئی ایسا قوی قرینہ موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جرح مذہبی تعصب کی بنا پر کی گئی ہے تو یہ جرح غیر معتبر ہے .... کسی ناقد کی جرح اس شخص کے حق میں مقبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مذمت کرنے والوں کے مقابلہ میں مادحین کی کثرت ہو، اس کی توثیق کرنے والے ناقدین سے زائد ہوں، اور کوئی مذہبی تعصب یا دنیاوی تنافس کا ایسا قوی قرینہ بھی موجود ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہی اس جرح کا باعث بنا، جیسا کہ معاصر علماء میں ہوا کرتا ہے، چنانچہ سفیان ثوری وغیرہ کا امام اعظم ابو حنیفہؒ پر، اور ابن ذئب وغیرہ کا امام مالک پر، اور ابن معین کا امام شافعیؒ پر، اور امام نسائی کا امام احمد بن صالح پر اسی طرح ہے۔ اگر ہر جگہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ برتا جائے تو کوئی بھی ایسا نہیں جو تنقید سے محفوظ رہ سکے[2]

---

[1] ظفر الامانی ص۲۸۱ [2] مقدمہ اوجز المسالک ص۶۵ بحوالہ الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹، ۱۰

حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں :۔

"جن ائمہ کو امت نے اپنا امام بنا لیا ہو، ان پر کسی کی تنقید معتبر نہ ہو گی[1]"

جرح و تعدیل کا منصب

اوپر جو ہم نے تفصیل بیان کی ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جرح و تعدیل کا کام کس قدر نازک و دشوار ہے۔ یہ منصب ہر عالم کو بھی نہیں حاصل ہو سکتا، بلکہ یہ کام تو فی الواقع انھیں ائمہ کا تھا جو اس فن میں کامل مہارت و امامت کا مقام رکھتے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان حضرات ائمہ کو اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حفاظت و پاسبانی کے لئے پیدا فرمایا تھا، آج کے موجودہ دور میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی ناقص و محدود عقل سے حدیثوں کو پرکھنے و جانچنے کی کوشش کر رہے ہیں جو نہ صرف فنِ حدیث سے ناواقف بلکہ اسلام کے اصول و مبادی سے ناآشنا ہیں، یہ درحقیقت یورپ کے مستشرقین کے تلامذہ اور مقلدین ہیں، مستشرقین نے جو زہر انھیں اسلام کے خلاف پلایا ہے اسی کا یہ لوگ مختلف انداز میں اظہار کر رہے ہیں، چنانچہ احادیث کی صحت و سقم کا اپنی جہالت کے باوجود فیصلہ کرنا اس کی واضح دلیل ہے اور یہ صریح گمراہی و ضلالت ہے، یہ لوگ اپنی ناپاک کوشش کے ذریعہ اسلام میں شک و تذبذب پیدا کرنا چاہتے ہیں حالانکہ جرح و تعدیل کا منصب ان حضرات کے علاوہ جو دیانت و تقویٰ، حفظ و اتقان اخلاص وللّٰہیت کے علاوہ اس فن پر کامل عبور رکھتے ہوں اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں علمِ حدیث کے تہتر انواع بیان کئے ہیں اور ہر نوع کی مختلف قسمیں ہیں، ابو حاتم بن حبان نے صرف حدیث ضعیف کے اُنچاس

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۹۵

اقسام بتائے ہیں[1] اس سے اس کی اہمیت و دشواری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حافظ شمس الدین سخاوی تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہر فن کے مسائل میں اہلِ فن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ نے علم حدیث کی حفاظت وصیانت کے لئے ایسے لوگوں کو کھڑا کیا، جنہوں نے علمِ حدیث کی تحصیل اور اس کے رجال و علل و غوامض کی معرفت میں اپنی زندگیاں فنا کردیں، پس ایسے اصحاب معرفت اور ایسے کامل متبحرین کے نقش قدم کی پیروی اور ایسے حفاظِ وقت کے پاس کثرتِ صحبت و رفاقت و جودتِ فہم اور دائمی طور پر مطالعہ سنن کی معرفت کا باعث ہو سکتی ہے، نیز بغیر لزوم صحبت و کثرتِ مطالعہ اور بدون امعانِ نظر و وسعت حافظہ کے ان کے فیصلوں اور رجال و علل کا سمجھنا اور سنن نبویؐ کی معرفت حاصل ہونا دشوار ہے"[2]

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

"جرح و تعدیل کا منصب کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی دائمی طلب و جستجو، کثرتِ مذاکرہ، راتوں کی بیداری ذکاوت و فہم کے ساتھ ساتھ تقویٰ و مضبوط دینداری اور انصاف پسندی، علمائے وقت کی خدمت میں حاضر باشی اور کمال ضبط کے اوصاف سے متصف نہ ہو"[3]

مولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں :۔

"ناقدِ فن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عادل ہو، جرح و تعدیل کے

---

[1] ظفر الامانی ص ۶۵ [2] فتح المغیث ص ۹۹ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴

اسباب سے واقف ہو، انصاف پسند و خیر خواہ ہو، متعصب ومتکبر نہ ہو، کیونکہ متعصب کا قول غیر معتبر ہے[1]"

علامہ نووی رقمطراز ہیں :-

انما یجوز الجرح لعارف به اما اذا لم یکن الجارح من اهل المعرفة فلا یجوز له الکلام فی احد[2]	جرح صرف ماہر فن کا حق ہے، اگر جارح اہل معرفت میں نہیں ہے اس کے لئے کسی پر نقد جائز نہیں ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

وان صدر من غیر عارف بالاسباب لم یعتبر به[3]	جرح اگر ایسے شخص سے صادر ہو، جو اسباب جرح سے ناواقف ہے تو وہ جرح غیر معتبر ہے ۔

ائمۂ جرح وتعدیل کے درجات

ائمۂ جرح و تعدیل کے مختلف درجات ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ناقدین فن کے ہر طبقے میں متشدد و متوسط دونوں طرح کے حضرات رہے ہیں ۔

طبقۂ اولیٰ میں شعبہ و سفیان ثوری ہیں، مگر شعبہ، سفیان سے سخت ہیں ۔

طبقۂ ثانیہ میں یحییٰ بن سعید قطان و عبد الرحمٰن بن مہدی ہیں مگر یحییٰ عبد الرحمٰن سے سے سخت ہیں ۔

طبقۂ ثالثہ میں یحییٰ بن معین و امام احمد بن حنبل ہیں، مگر یحییٰ امام احمد سے سخت ہیں ۔

طبقۂ رابعہ میں ابو حاتم و امام بخاری ہیں، مگر ابو حاتم، امام بخاری سے سخت ہیں[4]

حافظ سخاوی نے علامہ ذہبی کا قول نقل کیا ہے جس سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے ۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں :-

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج ۲ ص ۱۵۴ [2] مقدمہ شرح مسلم از نووی ص ۲۰

[3] شرح نخبہ [4] مقدمہ زہر الربیٰ علی المجتبیٰ از سیوطی ص ۱

"ایک جماعت ان ائمہ کی ہے جو جرح میں تشدد اور تعدیل میں تثبت و احتیاط سے کام لیتے ہیں ۔ راوی کی دو تین غلطی پر بھی نقد کر دیتے ہیں ، یہ جب کسی راوی کی توثیق کریں، تو اس کے قول کو دانتوں سے پکڑ لو، اور جب کسی راوی کو ضعیف قرار دیں، تو غور کر لو کہ آیا اس کے فیصلے کی کسی امام نے موافقت کی ہے؟ اگر کسی امام نے موافقت کی ہے ، اور کسی ماہر فن نے توثیق بھی نہیں کی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ راوی ضعیف ہے اور اگر اس کی کسی امام نے توثیق کی ہے تو ایسے راوی کے بارے میں محدثین کا ضابطہ ہے کہ اس کے بارے میں جرح اس وقت مقبول ہو گی جب کہ مفسر ہو، مثلاً ابن معین نے کسی راوی کو ضعیف قرار دیا اور امام بخاری وغیرہ اس کی توثیق کر رہے ہوں تو مجرد ابن معین کے ضعیف کہہ دینے کی وجہ سے وہ راوی ضعیف نہیں سمجھا جائے گا ، جب تک کہ وہ ضعف کا سبب نہ بیان کریں ؛

دوسری جماعت ان ائمہ کی ہے جو تسامح و تساہل سے کام لیتے ہیں ، جیسے امام ترمذی، و حاکم ، حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حزم بھی اسی جماعت میں شامل ہیں ، چنانچہ انہوں نے بھی ابو عیسیٰ ترمذی، ابو القاسم بغوی، اسمٰعیل بن صفار، ابو العباس اصم وغیرہ مشہور ائمہ کو بھی مجہول قرار دے دیا ہے۔[۵]

تیسری جماعت ان حضرات کی ہے جو نقطۂ اعتدال کو ملحوظ

---

۵ حافظ ابن حزم نے سنن ترمذی و ابن ماجہ کو نہیں دیکھا تھا ، اور ان کے زمانے میں یہ دونوں کتابیں اندلس میں داخل نہیں ہوئی تھیں ۔ سیر اعلام النبلاء از ذہبی

رکھتے تھے، جیسے امام احمد و دار قطنی و ابن عدی [1]

اسی طرح بعض اعتدال پسند ائمہ نے بھی بعض شہروں یا بعض مذاہب کے رُواۃ پر نقد میں تشدد سے کام لیا ہے، جیسے علامہ ذہبی و حافظ ابن تیمیہؒ کا اکابر محققین صوفیا پر نقد [2] اسی طرح علامہ ذہبی نے اشاعرہ پر انتہائی تشدد سے نقد کیا ہے [3] اس طرح کی تنقیدیں بھی بحث و تحقیق کی محتاج بن جائیں گی۔

مولانا عبد الحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ ان متشددین کے فیصلہ کو قبول کرنے میں عجلت نہ کرنی چاہیے اور نہ اس کی صحت کا قطعی فیصلہ کرنا چاہیے، جب تک کہ دیگر ائمۂ فن اور کبار ناقدین نے موافقت نہ کی ہو [4]

رواۃ کے بیان احوال میں محدثین کا طریقۂ کار

چونکہ احکام شریعت کا مدار نقل و روایت پر ہے، اس لئے ناقلین حدیث کے حالات بیان کرنے میں حفاظ حدیث نے نہایت غور و فکر سے کام لیا ہے، ان حضرات کا مقصد صحیح و سقیم کی معرفت ہے، اس لئے ان کے حالات کو بیان کرنے میں انتہائی اعتدال و احتیاط سے کام لیا ہے، ان لوگوں نے صرف انھیں امور سے بحث کی ہے، جس کا تعلق راوی کی عدالت یا اس کے حفظ و اتقان سے ہے اور ان کے بحث کا اندازہ خالص علمی ہے، ان کے اس طریقۂ بحث کا مندرجہ ذیل امور سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) کسی راوی پر حکم لگانے میں اس کی خوبیوں اور نقائص دونوں پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں، محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے بھائی کے نقائص کو ذکر کرو، اور اس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دو تو اس پر ظلم ہوگا [5] اس سلسلے میں ان حضرات کی امانت داری اس درجہ پر پہونچی ہوئی تھی، اگر خود اپنی تحقیق کے خلاف کسی محدث کی صحیح بات پہنچ جاتی تو اس کو

---

[1] فتح المغیث صـ۴۸۳ [2] الیواقیت والجواہر ج ۱ صـ۸ [3] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ صـ۱۹۰ [4] تحفۃ الکملۃ علیٰ تحفۃ الطلبۃ صـ۶ [5] السنۃ قبل التدوین بحوالہ الجامع الاخلاق الراوی و السامع صـ۱۶۱

تسلیم کرنے میں انھیں انکار نہ تھا، شعبہ بن حجاج نے ایک حدیث روایت کی، ان سے کہا گیا کہ آپ سے اس میں اختلاف کیا گیا ہے، تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کس نے اختلاف کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ سفیان ثوری نے، تو شعبہ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو، کیونکہ سفیان مجھ سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں[1]

(۲) ان حضرات نے حکم لگانے میں انتہائی دقت نظر کا ثبوت دیا ہے، انھوں نے راوی کے پورے حالات زندگی معلوم کرنے کی کوشش کی ہے، راوی کے کلام میں کس زمانے سے اختلاط پیدا ہوا، اس کے وہم کا سبب کیا ہے، راوی میں ضعف کا تعلق دین سے ہے یا حفظ و اتقان سے، ان ساری تفصیلات کا ریکارڈ ان لوگوں نے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔

(۳) جرح و نقد میں ادب کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، جو راوی وضع احادیث کرتا تھا، یا کذب علی النبیؐ کا مرتکب تھا، اس کے بارے میں فلاں وضاع یا کذّاب یا یفتری الکذب علی الصحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ الفاظ استعمال کرتے تھے جو راوی کی حقیقت حال کے اظہار کے لئے ضروری تھے، لیکن بعض حضرات ان الفاظ سے بھی احتراز کرتے تھے اور صرف (لم یکن مستقیم الحدیث) وغیرہ الفاظ کہتے تھے[2]

امام مزنی فرماتے ہیں کہ میرے استاد امام شافعیؒ نے ایک دن سنا کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ فلاں کذاب، تو فرمایا! ابراہیم! (جو امام مزنی کا نام تھا) اس کے لئے اچھے الفاظ استعمال کیا کرو، کذاب کے بجائے "حدیث لیس بشئی" کہا کرو[3]

(۴) راوی کی عدالت بیان کرنے میں اس کے اسباب نہیں بیان کرتے تھے کہ فلاں تہجد گزار ہے، یا اخلاق فاضلہ کا حامل ہے، لوگوں کو اذیت نہیں پہنچاتا، بلکہ

---

[1] حوالہ مذکور ص۱۱۸ اس کی امثلہ کے لئے ملاحظہ ہو الکفایہ ص۱۳۵ و تقارمۃ الجرح والتعدیل ص۱۵۲، ۱۵۱

[2] مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص۲۱ الجرح والتعدیل ص۱۸، ۱۹ [3] الاعلان بالتوبیخ ص۷۰

ثبتؒ، ثقہؒ، صدوقؒ وغیرہ سے اس کی عدالت کو بیان کر دیا ہے، لیکن عام طور پر جب راوی کی جرح بیان کرنا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی بیان کر دیتے ہیں، جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں، لیکن جب ایک سبب جرح کے لئے کافی ہوا ہے تو دیگر اسباب سے گریز کیا ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں لا یجوز التجریح بشیئین اذا حصل بواحدٍ[1]

الفاظ جرح وتعدیل کے مراتب

جن راویانِ حدیث نے روایت کی خدمت انجام دی ہے ان میں اپنے علم وحفظ وضبط کے لحاظ سے باہم تفاوت ہے، بعض لوگ اعلیٰ مقام پر، بعض ان سے کمتر درجہ پر، اور بعض ایسے بھی ہیں جن سے وہم ہو جاتا تھا، یا ان کی عدالت وامانت کے باوجود ان سے سہو وخطاء کا صدور بھی بکثرت ہو جاتا تھا، اور ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ناجائز طور پر راویانِ حدیث کی صف میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے، جن کے معاملہ کو ائمہ جرح نے واضح فرمایا ہے، اس لئے ائمہ فن نے ہر درجہ کے راوی کے لئے ایک معیار مقرر کیا ہے اور اس کے لئے مخصوص الفاظ ہیں، اگرچہ جرح وتعدیل کے ساتھ ہی ان الفاظ کے استعمال کا آغاز ہو چکا تھا، مگر سب سے پہلے ان الفاظ جرح وتعدیل کو ابو محمد عبد الرحمٰن بن حاتم رازی المتوفی ۳۲۷ھ نے مرتب کر کے پیش کیا[2]

ان کے بعد کے ائمہ فن نے ان الفاظ کی تشریح یا تفریع، یا ایسے امور پر تنبیہ کی ہے جن کا تعلق اس سے کسی حیثیت سے ہے، اصول حدیث یا بعض رجال کی کتابوں میں ان کو تفصیل یا اجمال سے ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ سندی نے شرح نخبہ میں اور حافظ سخاوی نے (شرح الالفیہ[3]) میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے، چھ درجے الفاظ جرح کے اور

---

[1] و [2] فتح المغیث ص۴۲۵ [3] شرح الالفیہ ص۱۵۶، ص۱۶۰